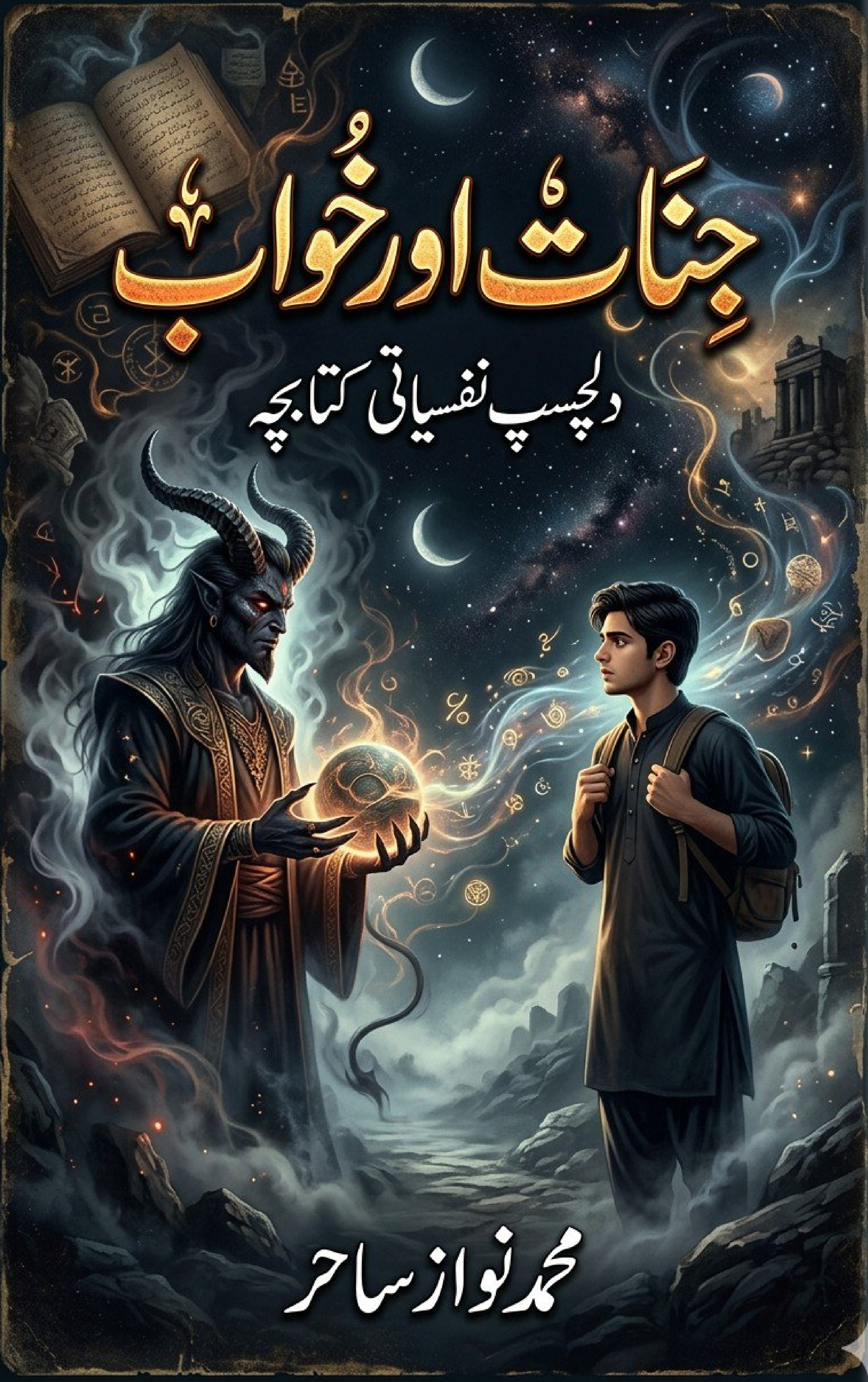
جنات اور خواب

دلچسپ نفسیاتی کتابچہ



محمد نواز ساحر

جنات کا تذکرہ:

ہمارے ہاں عام طور پر یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ جب کسی شخص پر "جن بھوت" کا سایہ ہوتا ہے (جن جسم کے اندر داخل ہوتا ہے) وہ عجیب و غریب حرکتیں کرنا شروع کر دیتا۔

اکثر اوقات اس کے جسمانی اعضاء اکڑ جاتے ہیں اور وہ بھاری بھر کم آواز میں بات کرتا ہے جس میں خراش بھی سنائی دیتی ہے۔

یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ ایک سادہ ان پڑھ دیہاتی شخص جو اردو کے حروفِ تہجی سے بھی واقف نہیں ہوتا وہ روانی سے اردو بولنے لگتا ہے۔

نظر نہ آنے والی چیزیں:

اسے مختلف قسم کی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں جیسا کہ سانپ یا دوسرے زہریلے جانور جو کہ اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے دیکھائی دیتے ہیں۔

بعض اوقات کوئی سایہ یا شخص اس کی جانب بڑھتا ہے یا ڈراتا ہے۔

اسے گردن کٹا شخص یا بری طرح جھلسا ہوا انسان بھی دیکھائی دے سکتا ہے۔

یہ چیزیں پاس کھڑے یا موجود لوگوں کو دیکھائی نہیں دیتیں۔

اسے یوں حواس باختہ دیکھ کر م وہاں موجود لوگ ڈر اور خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرنا:

اکثر اشخاص جو کہ جنات سے متاثرہ ہوتے ہیں گھنٹوں باتیں کرتے ہیں اور بے وجہ قہقہے لگاتے ہیں یا کبھی کبھی رونے لگ جاتے ہیں۔

پاس بیٹھے اہل خانہ اس کی منت سماجت کرتے ہیں کہ اب وہ چلا جائے مگر جن متواتر ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرتا ہے اور بات نہیں مانتا۔

ایسا بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ وہ کسی کے قابو میں آئے بغیر کسی جانب دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔

ایک سوال!:

کافی عرصہ پہلے جب مَیں علمِ نفسیات سے ناواقف تھا تب جب کبھی اس طرح کا واقعہ میرے سامنے پیش آتا مَیں یہ سوچنے لگ جاتا کہ یہ "جن" موصوف پاس بیٹھے کسی شخص میں منتقل کیوں نہیں ہوتا۔

یا یہ بات ہمیشہ مجھے کھٹکتی کہ جب بھی جن جسم سے باہر نکلتا ہے تو متاثرہ شخص بے

ہوش کیوں ہو جاتا ہے۔

جن حالتِ بیداری میں بھی تو جا سکتا ہے۔

نسل در نسل سنی سنائی باتیں:

جب مَیں نے ان باتوں کی توجیہی معلوم کرنا چاہی تو اپنے بزرگوں سے یہ سننے کو ملا کہ جنات صرف مخصوص لوگوں کے جسموں میں داخل ہو سکتے ہیں جو کہ انہیں موافق ہوں۔

یہ جواب میرے لیے اطمینان بخش نہیں تھا۔

کیونکہ جنات کی جو خصوصیات ہم سنتے ہیں ان کے مطابق وہ ایسے تو نہیں لگتے۔

باقی وہ بے ہوش کیوں کر جاتے ہیں اس بات کا بزرگوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ویسے کئی دفعہ مجھے متاثرہ شخص کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا اور مَیں نے اس کے جسم میں موجود "جن" سے مطالبہ بھی کیا کہ وہ میرے جسم میں منتقل ہو کر دیکھائے مگر وہ فضول گوئی کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔

جنات نہیں ہیں؟:

پاکستان جیسے ملک میں ایسا کہنے والا بے وقوف یا فارغ العقل انسان ہی ہو سکتا ہے۔
اگر آپ ایسی جرات کر بھی لیں تو آپ سے کہا جائے گا کہ تم تو قرآن کے منکر ہو۔
اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں بھی جنات کا ذکر فرمایا ہے۔
تم کیسی فضول باتیں کرنے لگے ہو وغیرہ وغیرہ۔
ایک بات سوچئیے! ایسا ملک جہاں جگہ جگہ آستانے ہوں اور وہاں بیٹھے گدی نشین جنات کے ذریعے لوگوں کی مشکلیں حل کروا رہے ہوں۔
ہر آتے جاتے کو کہیں تمھارے گھر میں سایہ ہے، جنات ہیں، کسی نے تعویذ کروایا ہے، عمل کروایا ہے۔
بڑے بڑے سیاستدان اور مذہبی لوگ ان کے مرید ہوں اور جنات کے وجود پر قرآنی سند کے ساتھ یقین کرتے ہوں وہاں ایسا کہنا کہ "جنات کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے" کسی جرم سے کم نہیں ہو گا۔

قرآن کے جنات:

ہمارے ہاں تو جنات کے بارے میں کتابیں لکھی گئی ہیں بلکہ ان سے بچنے کے لیے وظائف بھی اسی مقدار میں دستیاب ہیں۔

جنات کے لڑکوں کو "دیو" کہتے ہیں اور لڑکیوں کو "پریاں" کہتے ہیں کیونکہ وہ نہایت خوبصورت ہوتی ہیں۔

پریوں کو حاضر کرنے کے چلّے اور وظیفے بھی لائبریریوں میں محفوظ پڑے ہوئے ہیں۔

اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان کتابوں کو قرآنی سند کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

حقیقت میں قرآن مجید جنوں کے بارے میں ایسی کوئی مافوق الفطرت بات نہیں بتاتا بلکہ انہیں ایک سرکش قوم کے طور پر متعارف کرواتا ہے جن پر حضرت سلیمان کو بھی حکومت عطا کی گئی تھی اور وہ سرکش لوگ حضرت سلیمان کے تابع فرمان رہے تھے۔

نسل در نسل بڑھنے والی بیماری:

ہمارے بچپن میں ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً دو سو افراد پر مشتمل تھی اور جنات کے شکار صرف چند لوگ ہی تھے کیوں کہ آبادی کم تھی۔

مگر اب تقریباً۲ہزار کے قریب آبادی ہو چکی ہے اور جنات کے شکار بھی بڑھ چکے ہیں۔

دلچسپ بات یہ کہ زیادہ تر وہی ہیں جن کے والدین یا آباؤ اجداد اس کا ہدف رہ چکے ہیں۔

یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ والدین کے جنات اولاد کو منتقل ہو گئے ہیں۔

حلانکہ یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے جو کہ نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے اور اسی بنا پر تعویذ گنڈے والوں کی بھی چاندی ہو رہی ہے۔

مرض کو سمجھنے سے پہلے:

اس بیماری کو سمجھنے سے پہلے ہم فرائیڈ کی ایک تحقیق آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

فرائیڈ ایک طبیب اور ماہر علم الاعصاب تھا جو کہ آسٹریا میں پیدا ہوا۔

اس نے انسانی "لاشعور" میں انتہا کی دلچسپی لی اور اس کے بارے میں حیرت انگیز انکشافات کئے۔

انسانی دماغ کے حصے:

تکنیکی اعتبار سے انسانی دماغ کے تین حصے ہوتے ہیں۔

1) شعور: انسانی دماغ کے اس حصے میں موجودہ سوچوں اور تخیلات کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔

جو انسان سوچ رہا ہوتا ہے وہ اسی خانہ میں چل رہا ہوتا ہے۔

مثلاً مَیں ابھی سوچ رہا ہوں کہ یہ ٹاپک لکھنے کے بعد کھانا کھاؤں گا۔

2) تحت الشعور: انسان کی یادداشت اسی حصے میں موجود ہوتی ہے جسے وہ وقت بر وقت نکال کر شعور میں لاتا ہے اور استعمال کرتا ہے۔

مثلاً مجھے اپنے دوستوں کے نام یاد ہیں جو کہ تحت الشعور میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی میرے سامنے آتا ہے اس کا نام تحت الشعور سے ابھر کر شعور میں آجاتا ہے اور پھر اس کا نام میری زبان پر آجاتا ہے۔

3) لاشعور: انسانی دماغ کا یہ حصہ حیرت کا ایک سمندر ہے جہاں سے خواب جنم لیتے ہیں اور جنات پیدا ہوتے ہیں۔

اس حصے میں انسان کی بھولی بسری یادیں، دبی ہوئی خواہشات اور آباؤاجداد سے ملا تمام ڈیٹا محفوظ ہوتا ہے۔

مثلاً مَیں ڈانسر بننا چاہتا تھا مگر میرا تعلق مذہبی گھرانے سے ہے اس لیے مَیں نے اپنی

خواہش کو بچپن سے ہی دبانا شروع کر دیا اور برسوں گزرنے کے بعد مجھے یاد بھی نہیں تھا کہ مَیں نے کبھی ڈانسر بننے کے بارے میں سوچا بھی تھا۔

میری یہ خواہش جو کہ مَیں یکسر بھول چکا ہوں جو کہ مجھے لگتا ہے دماغ سے نکل چکی ہے وہ لاشعور میں محفوظ ہو گئی تھی۔

ہم یہاں سے کچھ بھی اپنی مرضی سے نکال نہیں سکتے۔

یہاں سے یادوں کو نکالنے کے لیے کوئی حادثہ یا وقعہ درکار ہوتا ہے۔

مثلاً مَیں نے ایک ڈانسر کو ڈانس کرتے دیکھا تو مجھے یاد آیا کہ یہ کبھی میری خواہش ہوا کرتی تھی۔

خواب کے متعلق:

جب ہم رات کو سو جاتے ہیں تو لاشعور مختلف یادوں کو تصویروں کی شکل میں شعور تک منتقل کرتا رہتا ہے جنہیں ہم خواب کہتے ہیں۔

یہ تصویریں یادوں یا خواہشوں پر مشتمل ہوتی ہیں مگر ان کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔

مثلاً خواب میں سانپ نظر آتا ہے تو ہو سکتا ہے اس کے پیچھے دبی ہوئی خواہش غلبہ

حاصل کرنے کی ہو۔
یہاں ایک چیز سمجھ لینی چاہیئے کہ نیند میں لاشعور آزاد پرندوں کی مانند خواہشوں اور یادوں کو اڑاتا پھرتا ہے۔
تب کسی حادثے یا واقعے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جاگتے میں لاشعور کی کرامات:
اگر بیداری کی حالت میں لاشعور آزادانہ شعور پر کنٹرول حاصل کرلے تو انسان کو حقیقت اور وہم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔
اسے لگتا ہے کہ سب کچھ اس کے سامنے ہو رہا ہے اور بلکل حقیقی ہے۔
جیسے کہ اسے آوازیں سنائی دیتی ہیں جیسے کوئی اسے پکار رہا ہے یا کوئی سایہ اس کا پیچھا کر رہا ہے۔
وہ ہر اس آواز کو حقیقت سمجھتا ہے جو کہ لاشعور اس کے شعور میں بیجھ رہا ہوتا ہے۔
بعض اوقات اسے خبر نہیں رہتی کہ وہ کہاں ہے اور کیا بول رہا یا کیا کر رہا ہے۔
جس ترتیب یا بے ترتیبی سے لاشعور اسے یادیں ارسال کرتا ہے یا شعور میں بیجھتا ہے

وہ اسی کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیتا ہے اور یہ بیماری کی ہائی اسٹیج ہوتی ہے جہاں مریض کو اپنے ارد گرد کی بھی خبر نہیں رہتی۔

جنات کا نظریہ:

انہیں حرکتوں کی وجہ سے جو کہ لاشعور کی گرفت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں اکثر لوگ انہیں جنات یا مافوق الفطرت عناصر سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔
ایک بات جو کہ واضح ہو جانی چاہیے کہ مریض ایسی زبان یا الفاظ کیسے بول سکتا ہے جو اس نے زندگی میں کبھی سُنے ہی نہیں یا ان چیزوں کے بارے میں بات کرتا ہے جو کہ اس نے دیکھی بھی نہیں۔

ایک مرتبہ پھر سابقہ لائنوں کو ذہن میں لایئے جہاں بتایا گیا تھا کہ لاشعور میں آباؤ اجداد کا ڈیٹا بھی محفوظ ہوتا ہے جو کہ ہمیں ڈی این اے (DNA) کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔

اب اس میں الفاظ کا ذخیرہ یا کچھ چیزوں کے بارے میں معلومات کا ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔

اگر لاشعور وہ ڈیٹا اس کے شعور میں بھیجتا ہے تو وہ اسی طرح پر فارم کرنا شروع کر

دے گا جو کہ دیکھنے والے کو واقعی میں مافوق الفطرت بات لگے گی۔

اور جونہی لاشعور واپس اپنی حالت میں لوٹتا ہے تو انسانی دماغ شٹ ڈاؤن پوزیشن میں چلا جاتا ہے اور مریض بے ہوش ہو جاتا ہے۔

جب ہم مریض کو ہوش میں لاتے ہیں تو اسے کچھ بھی یاد نہیں ہوتا۔

ایک آخری گزارش:

مَیں اس بات کا برملا اظہار کرنا چاہوں گا کہ یہ معلومات پہنچا کر مَیں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا اور نہ ہی یہ دعویٰ ہے کہ یہ معلومات سو فیصد درست ہیں بلکہ علم ایک سمندر ہے جہاں سے مَیں نے چند قطرے اٹھا کر ان اوراق پر سجا دیے ہیں۔

یہ معلومات مختلف کتابوں سے اخذ کی گئیں ہیں جن میں مرزا غلام احمد پرویز کی کتب اور فرائیڈ کے مضامین قابلِ ذکر ہیں۔

مجھے امید ہے نفسیات کے سمندر میں مذید غوطہ خور غوطہ لگائیں گے اور ہمارے لیے بیش قیمتی علمی موتی سمیٹ لائیں گے۔

ہو سکتا ہے آنے والی تحقیات ان باتوں کو رد کر دیں یا اضافے کے ساتھ نئے باب درج کر دیں۔

ہم اس دنیا میں قدم رکھنے والے اور تحقیقات کا بیش قیمتی خزانہ دریافت کرنے والوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اہلِ علم کے لیے معلومات کا ذریعہ بنائے

آمین!

(محمد نواز ساحر)